۱۲۷۷ھ/۱۸۶۰ء میں حیدرآباد گئے۔ سرسالار جنگ مدارالمہام سید تراب علی خاں نے مدرسہ نظامیہ کا مدرس مقرر کر دیا۔

"تذکرۂ علمائے ہند" کے مؤلف نے لکھا ہے کہ: "اس سفر کے دوران، ریواں کے مقام پر جو لکھنؤ کے راستہ میں واقع ہے۔ وہ خاندان قطبیہ کا چراغ (مولانا موصوف) جامع الاوصاق (رحمٰن علی) کے مکان پر ٹھیرا اس وقت ان کے صاحب زادے مولوی عبدالحی صغیرالسن تھے اور قطبی پڑھتے تھے۔"[۱]

دو سال بعد وہاں سے رخصت لے کر حج بیت اللہ کو گئے اور وہاں کے مشائخ اور علمائے وقت سے استفادہ کیا۔ مولانا محمد جمال حنفی اور مولانا احمد بن زینی دحلان شافعی سے علم حدیث اور دوسرے معقولی و منقولی علوم کی اجازت حاصل کی۔ مدینہ طیبہ کے انوار عرفانیہ سے مشرف ہوئے۔ ۱۲۸۲ھ/۱۸۶۵ء میں حیدرآباد واپس آ گئے۔ ۱۲۸۳ھ/۱۸۶۵ء میں اپنے بیٹے مولانا عبدالحی کی شادی کی غرض سے لکھنؤ آئے۔ فراغت کے بعد جمادی الثانی ۱۲۸۴ھ/۱۸۶۷ء میں واپسی ہوئی۔ حیدرآباد پہنچ کر فرائض منصبی میں مشغول تھے ہی کہ ۲۹ شعبان ۱۲۸۵ھ/۱۸۶۸ء کو بعارضہ سل و دق وفات پائی اور اپنی وصیت کے مطابق حیدرآباد کے مشہور صوفی بزرگ شاہ یوسف قادری کے پائیں مدفون ہوئے۔

مولانا نے تقریباً پینتیس (۳۵) تصانیف، جو کتب و رسائل اور شروح و حواشی پر مشتمل ہیں۔ اکثر تصانیف مطبوعہ ہیں۔ ان میں سے بیشتر کا تذکرہ مختلف ابواب کے ضمن میں آ چکا ہے —— مزید تفصیلات کے واسطے درج ذیل مآخذ کی طرف رجوع

۱۔ تذکرہ : ۱۴۰۔

[illegible]

علوم کی تقسیم اہل علم کا ایک دیرینہ مشغلہ رہا ہے، بالخصوص فلسفہ و حکمت کے اقسام کے تذکرہ کا۔ الکندی نے اپنے ایک رسالہ میں علوم حکمیہ کی تقسیم کی ہے لیکن اس موضوع پر سب سے قدیم اور اہم کتاب الفارابی کی "احصاء العلوم" ہے اس نے حکمت کی مندرجہ ذیل اقسام بیان کی ہیں:

۱۔ الاول فی علم اللسان

۲۔ الثانی فی علم المنطق واجزائہ

۳۔ الثالث فی علوم التعالیم (Mathematical Scince) یعنی العدد (Arthmetic)، ہندسہ (Geometry)، علم المناظر (Optics)، علم النجوم التعلیمی (Astronomy)، علم الموسیقی (Music) علم الاثقال (Static)، علم الحیل (Mechanic)۔

۴۔ الرابع علم الطبیعی واجزائہ وعلم الالٰہی واجزائہ۔

۱۔ حسرۃ العالم بوفاۃ مرجع العالم۔ عبدالحی فرنگی محلی لکھنؤ مطبع فیض بخش ۱۳۰۵ھ/۱۸۸۸ء

۲۔ تذکرۂ علمائے ہند: ۱۴۰۔۱۴۳

۳۔ نزہۃ الخواطر: ۷: ۲۴۷

۴۔ عمدۃ الرعایہ فی حل شرح الوقایہ: ۲۵۔۲۷۔

۵۔ تذکرہ علمائے فرنگی محل: ۱۲۹۔۱۳۱

۶۔ الفوائد البہیۃ فی تراجم الحنفیہ: ۱۰۴ (حاشیہ)

۷۔ احوال علمائے فرنگی محل: ۶۸

۸۔ حدائق الحنفیہ۔ فقیر محمد جہلمی: ۴۸۴۔

ہ ما سبق اعلم المنطق واجزائہ وعلم الفقہ وعلم الکلام[1]

اس باب میں خاص کام شیخ بوعلی سینا نے کیا ہے۔ اس نے اس موضوع پر ایک مستقل رسالہ "رسالۃ فی اقسام العلوم العقلیۃ" لکھا۔ اس میں پہلے تو اس نے حکمت کی تعریف اور اس کی اقسام بیان کی ہیں۔ پھر تفصیلی طور پر مختلف علوم حکمیہ کے اصول و فروع بیان کئے ہیں۔ شیخ کی اس تقسیم کو بعد کے فلاسفہ نے بالخصوص "ہدایۃ الحکمۃ" کے شارحین نے اپنی اپنی شروح کے دیباچوں میں بیان کیا ہے۔

مگر زیادہ وضاحت وصراحت مولانا عبدالحلیم فرنگی محلی نے اپنے رسالہ "کاشف الظلم فی بیان اقسام الحکمۃ" میں کی ہے۔ سب سے پہلے علم کی تعریف کی ہے پھر اس کی تقسیم در تقسیم بیان کی ہے اس کے بعد اس کی تعریف و تقسیم پر جو اعتراضات وارد ہو سکتے ہیں، ان کے جوابات دیے ہیں۔ رسالہ کا اختتام منطق کے اوپر ہوا ہے کہ یہ حکمت کی قسم ہے یا نہیں۔ اور اگر ہے تو اس کی مختلف اقسام میں کس قسم کے تحت آتی ہے۔ نیز اس کے بارے میں کیا حکم ہے کہ اسے پڑھنا چاہیئے یا نہیں[2]۔ بارھویں اور تیرھویں صدی ہجری میں یہاں کے مدارس کا ایک بڑا ہی دلچسپ مباحثہ تھا۔ یہ بحث صرف علماء کے حلقوں ہی میں نہیں بلکہ شعراء اور عوام کے درمیان بھی موضوع گفتگو رہتی تھی۔

رسالہ ہذا کی ابتدا اس طرح ہے:

حمداً لمن لہ البقاء والقدم و لما عداہ الفناء والعدم
وصلوۃ علی الحبیب سید العرب والعجم وعلی آلہ

۱۔ احصاء العلوم۔ ابو النصر الفارابی (قاہرہ): ۴۳

۲۔ یہ بحث سید امام جعفر صادق کے عہد سے چلی آرہی ہے

وأصحابه سالکی الطریق الأمم وبعد فهذا کاشف الظلمة فی بیان اقسام الحکمة نظمه فی سلک البیان من لا بضاعة له إلاّ العصیان الفقیر إلی النبی الکریم محمد عبد الحلیم........

الکشف الاول یشتمل علی الإیضاحین، الایضاح الأوّل فی تقسیم الحکمة وما یتعلق بہ

کشف اول میں حکمت کی تقسیم کے علاوہ ان پانچ شکوک اور ان کے جوابات کو درج کیا ہے جو اس پر وارد ہوتے ہیں۔

الکشف الثانی فی تبیان شرافة اقسام الحکمة بعضها بالنسبة إلی بعض

اس میں یہ قول بھی درج کیا ہے کہ حکمت نظری حکمت عملی سے بہتر ہوتی ہے کیوں کہ پہلی سے نفس معرفت اور دوسری سے عمل اور علم ہے۔ علامہ صدرالدین شیرازی کا قول نقل کیا ہے کہ نفس انسانی کے لئے دو قوتیں ہیں: قوت نظریہ جس کے ذریعہ نفس مبدأ فیاض سے مستفیض ہوتا ہے۔ یہ قوت نفس کے دوام کے ساتھ باقی رہتی ہے اور قوت عملیہ پر اثر انداز ہوتی ہے اور بدن کے زوال کے ساتھ ختم ہو جاتی ہے اس لئے قوت نظریہ قوت عملیہ سے بہتر اور اشرف ہے الخ

رسالہ کے آخر میں منطق کے بارے میں بحث ہے۔ الخاتمة فی تبیان حال المنطق وفیها نظران النظر الاوّل فی أنّ المنطق من أی قسم

دوسرے حصہ میں تحصیل منطق کے سلسلے میں استدلال کیا ہے۔ النظر الثانی فی حکم تحصیل المنطق الخ

(باقی صفحہ ۵۹ پر)

اسلام کا نظامِ اخلاق ــ ایک اجمالی جائزہ

محمد سعید الرحمٰن شمس، مدیر نصرۃ الاسلام کشمیر

تمہید: اللہ تعالیٰ نے حضرت انسان کو موالیدِ ثلاثہ میں نمایاں شرف و عظمت امتیازی و اختصاصی مقام و برتری و فضیلت عطا فرمائی ہے۔ اس کی وجہِ امتیاز اور سببِ اختصاص کیا ہے؟ اور اسے عام حیوانات سے جدا کرنے والی اصل چیز کیا ہے؟ اس کا جواب سوائے اخلاقِ علیا اور حسنِ عمل سے کچھ اور ہو نہیں سکتا، ورنہ صرف ظاہری شکل و صورت، چال ڈھال، وضع قطع، رنگ و روپ، ٹیپ ٹاپ خوبصورت، حسین، دل کش و دل فریب اور فیشن ایبل لباس، بہترین اور اعلیٰ حسب و نسب اور مال و دولت کے بل بوتے پر کوئی شخص انسان اور انسانیت کے اعلیٰ اوصاف و خصائص کا حامل نہیں ہو سکتا۔ درحقیقت انسانیت کا اصل جوہر اس کا اخلاق و کردار ہی ہے۔ اور اگر یہ وصف اس کے اندر نہ ہو تو اس میں اور ایک جانور میں کوئی فرق باقی نہیں رہ جاتا۔

تاریخ بتاتی ہے کہ روزِ اول سے جتنے مذاہب، ادیان، فلسفے، نظام زندگی اور افکار و نظریات وجود میں آئے یا لائے گئے، تقریباً ان سب کی بنیاد اخلاقی مشروطیت پر ہی رکھی گئی ہے اور بقول "متولف اخلاق رسول"،

• دنیا میں جب سے انسان کا وجود ہے اس وقت سے اخلاقی تعلیم کا وجود بھی ہے۔ اپنے جسم کی زندگی کو برقرار رکھنے کے لئے انسان روٹی اور پانی کی ضرورت کو محسوس کرتا ہے اور پھر اس کے لئے محنت کرتا ہے۔ اسی طرح اپنی انسانیت کو زندہ رکھنے کے لئے اسے اخلاقی تعلیم اور اس پر عمل کرنے کی ضرورت پڑتی ہے۔ اس لئے شروع زندگی سے لے کر آج تک سیکڑوں اخلاقی معلم، اخلاقی ہدایات لے کر آتے رہے، اور انھوں نے آسمانی تعلیمات کے مطابق دنیا کو اچھے اخلاق کا راستہ بتایا، اور اس پر چلایا اسی طرح عقل و دانش کی روشنی میں اخلاقیات کا سبق دینے والے حکمائے اخلاق بھی ہر دور میں پیدا ہوتے رہے اور اپنے اخلاقی فلسفے سے دنیا کو اخلاقِ حسنہ کی روشنی پہونچاتے رہے۔

(بحوالہ اخلاقِ رسولؐ ص۔۔)

دو قوتوں کا مجموعہ

مسند ہند حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے اپنی معرکۃ الآراء اور شہرۂ آفاق کتاب "حجۃ اللہ البالغہ" میں لکھا ہے کہ:-

انسان میں دو قوتیں پائی جاتی ہیں، ایک تو حیوانی قوت ہے جو کھانے پینے سونے اور شادی بیاہ کرنے وغیرہ پر مشتمل ہے، یہ قوت انسانی زندگی کے ظاہری مظاہر سے تعلق رکھتی ہے۔ اور دوسری ملکوتی قوت ہے جو انسان کے عمدہ اخلاق اور اس کے حسنِ عمل کا نام ہے، جو اس کی قوت ارادی کے تحت سرزد ہوتے ہیں۔ جب کسی شخص میں یہ دونوں قوتیں اعتدال اور توازن کے ساتھ پائی جاتی ہیں تو وہ ایک مکمل اور بہترین انسان کہلاتا ہے مگر جب کسی شخص میں اس کی حیوانی قوت اس کی ملکوتی قوت پر غالب آجاتی ہے یعنی اس کے اخلاق رخصت

ہو جاتے ہیں۔ تو وہ انسان سے حیوان بن جاتا ہے لہٰذا انسان کو انسان بننے کے لئے اپنی حیوانی قوت پر قابو اور کنٹرول رکھنا ضروری ہے۔

اخلاق کیا ہے؟ انسانیت، حیوانیت کی ضد ہے اخلاق نام ہے اچھی عادتوں اور نیک عادتوں کا، جن کے اظہار کو شرافت کی نشانی قرار دیا جاتا ہے۔ محبت و مروت، شفقت و رحمدلی، مخلوق ہمدردی، تحمل و برداشت، باہمی رواداری اور عدل و انصاف وغیرہ اعلیٰ اخلاقی صفات ہیں جن سے انسانیت کی تکمیل ہوتی ہے۔ اس کے برعکس باہمی نفرت و عداوت، بات بات میں جھگڑنے کی عادت، ایک دوسرے کی حق تلفی، جبر و استبداد، تعصب و ناحق کوشی اور ظلم و ستم وغیرہ انتہائی بداخلاقی اور بُری عادتیں ہیں جو انسانیت کو حیوانیت کی سطح پر لے آتی ہے۔ (بحوالہ اسلام اور عصر جدید ص ۸۵، ۱۸۴)

بہترین مذہب اہلِ فکر و دانش اس حقیقت کو تسلیم کرتے ہیں کہ بہترین مذہب، وہی ہے جس کا اخلاقی دباؤ اپنے ماننے والوں اور پیروؤں کا رعمل پر اس قدر قوی، شدید اور مضبوط ہو کہ وہ اس کے قدم کو سیدھے راستے سے بہکنے اور بھٹکنے نہ دے، اور ظاہری قانون اور ضوابط کی پابندی کی نوبت ہی نہ آئے۔

اسلام کی تکمیلی حیثیت دین اسلام جو انسانی زندگی کے ہر گوشہ کے لئے اپنے اندر مکمل اور تکمیلی حیثیت رکھتا ہے، تمام مذاہب اور افکار سے بلند تر اس کا نظام اخلاق اور فلسفہ اخلاق بھی ہے۔ اخلاق کیا ہے؟ اخلاق سے مقصود دراصل باہم بندوں کے حقوق و فرائض کے وہ تعلقات ہیں جن کو ادا کرنا ہر انسان کے لئے مناسب بلکہ ضروری ہے۔ انسان جب اس دنیا میں آتا ہے تو اس کا ہر شئی سے تھوڑا بہت تعلق پیدا

ہوجاتا ہے۔ اس تعلق کے فرض کو بحسن و خوبی انجام دینا اخلاق ہے۔
(بحوالہ سیرت النبیؐ جلد ۶)

اسلام اور اخلاق حسنہ تمام مذاہب کی بنیاد اور اساس میں اخلاق کا عنصر شامل ہے چنانچہ اس عرصۂ ہستی میں جس قدر پیغمبر، مصلح اور ریفارمر آئے سب کی یہی تعلیم رہی کہ سچ بولنا اچھا اور جھوٹ بولنا برا ہے۔ انصاف بھلائی اور ظلم برائی ہے، خیرات نیکی اور چوری گناہ ہے۔ لیکن مذہب کے دوسرے ابواب کی طرح اس باب میں بھی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت تکمیلی حیثیت رکھتی ہے۔ (بحوالہ سیرت النبیؐ جلد ۶)۔

علم اخلاق کے رہنما علم اخلاق کے آسمانی رہنماؤں اور معلّموں میں حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ تک بڑے بڑے اخلاقی معلم نظر آتے ہیں۔ جن کی اخلاقی عظمت سے انکار نہیں کیا جاسکتا اور سقراط، افلاطون، اور ارسطو جیسے حکمائے اخلاق کی فلسفیانہ کاوشوں کو بھی تسلیم کرنا پڑتا ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ آج کی دنیا کے سامنے ایسا اخلاقی معلم کون ہے؟ جس کے پاس اخلاقِ حسنہ کی تعلیم اور اعلیٰ اخلاقیات کا نظام بھی مکمل طور پر موجود ہو۔ اور اس تعلیم و فلسفہ کے مطابق عملی زندگی کے ہر شعبے کے لئے اس کے اعلیٰ اخلاق کا نمونہ بھی دُنیا کے سامنے بے نقاب ہو۔ اس سے انکار کون کرسکتا ہے کہ ہندوستان، ایران اور چین میں بڑے بڑے اخلاقی معلم آئے۔ اور تورات و انجیل کے ادیانِ مقدس نے بھی جو اخلاقی روشنی پھیلائی، اس کے اثرات آج تک زندہ ہیں۔ لیکن بحث تو ایک اعلیٰ اور افضل نمونہ کی ہے، اور سوال تو یہ ہے کہ وہ اخلاقی معلم کون ہے؟ جس نے زندگی کے ہر شعبہ اور حیاتِ انسانی کے ہر گوشہ کے لئے اعلیٰ اخلاق کا نمونہ چھوڑا ہو۔ اور تاریخ نے اس کے

ایک ایک اخلاقی کردار کو پوری احتیاط سے محفوظ رکھا ہو۔ تاریخ نے ایسے کامل اخلاقی معلم کے طور پر اگر کسی کو پیش کیا ہے۔ تو وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اس سے کسی اخلاقی معلم کے مرتبہ میں کمی کا خیال نہ کیا جائے، حضرت موسیٰؑ ہوں یا حضرت عیسیٰؑ، ہندوستان کے کرشن جی ہوں یا مہاتما بدھ یا ایران کے زرتشت، یہ سب اخلاقی پیشوا اپنے اپنے دور میں اپنے اپنے حالات کے مطابق اپنی اپنی قوموں اور بستیوں کو اخلاقی روشنی پہونچانے کا کام پورا کرکے اس دنیا سے چلے گئے۔ لیکن اخلاق کی تکمیل کے لئے آخر میں آنے والے اخلاقی معلم (رسول عربیؐ) کے ذمہ یہ کام چھوڑ گئے کہ جب انسانی زندگی اپنے پورے پھیلاؤ کے ساتھ درجۂ کمال کو پہونچنے لگے تو اس وقت وہ آخری رسولؐ اپنی مکمل تعلیم اور اپنی مکمل سیرت کے ساتھ دنیا پر ظاہر ہو جائے اور انفرادی زندگی سے لے کر سماجی، اجتماعی، اور سیاسی زندگی سرگوشہ میں اعلیٰ اخلاق کا عملی نمونہ دنیا کے سامنے پیش کردے۔ (بحوالہ اخلاق رسولؐ ص ۳۰)۔

اخلاق کی قوت

قوموں کی انفرادی اور اجتماعی زندگی میں اخلاق کے ذریعے بڑے بڑے کام لئے جا سکتے ہیں جو قوت اور طاقت کے ذریعے نہیں لئے جا سکتے۔ نرمی و ملائمت اور محبت و مروت بعض اوقات تلوار کی دھار سے بھی زیادہ مؤثر ہوتے ہیں، ایک شریف اور اچھے کردار والے شخص کی ہر جگہ قدر کی جاتی ہے اور وہ ہر ایک کی آنکھوں کا تارہ بنا رہتا ہے حسن اخلاق ہی کی بدولت تہذیب و تمدن کی کلیاں چٹکتی ہیں۔ جس معاشرہ میں لڑائی جھگڑے اور فتنہ و فساد ہوتے ہوں وہ مثالی معاشرہ نہیں بن سکتا۔ اور ترقی کے منازل طے نہیں کر سکتا، اس طرح مکارم اخلاق کی تباہی کی قوم کو گھن کی طرح کھا لیتی ہے جو آخر تباہ و برباد ہو جاتی ہے۔

اخلاق اسلام اور معاشرہ

اخلاق کی عام اہمیت اور اس کی قوت کارکردگی کے بعد غور کیا جائے اسلام کے اخلاقی نظام پر دین اسلام کے نزدیک اخلاق کی اہمیت کیا قدر ومنزلت کیا ہے؟ اس کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت و بعثت کا سب سے بڑا مقصد اخلاقِ حسنہ کی تکمیل قرار دیا گیا ہے، اس لئے کہ اسلام دینِ فطرت ہے جس کی تکمیل رب العالمین نے محسنِ انسانیت، نبی رحمت ہادی عالم معلم اخلاق جناب محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور بعثت سے فرما دی ہے آپ بذاتِ خود اخلاق عُلیا کے بلند ترین مقام پر فائز تھے۔

معلم اخلاق

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ رحمۃ للعالمین اور ساری دنیا کے لئے معلم اخلاق بنا کر بھیجے گئے تھے اس لئے خود آپ کی سیرتِ مبارکہ اخلاقِ کریمانہ کا بہترین نمونہ تھی۔ چنانچہ آپ نہ صرف ایک کامیاب ہادی اور رہبر تھے بلکہ ایک کامیاب استاد، ایک کامیاب قاضی، ایک عظیم مقنن، ایک عظیم سیاست دان، ایک بے مثال حاکم ایک بے نظیر جرنیل، سب سے بڑے حق گو، بڑے ہی عابد و زاہد، سب سے زیادہ خدا ترس اور رحم دل، سب سے زیادہ بندہ پرور اور امین و راست باز اور فقیدُ المثال انسان تھے۔ عظیم الشان نیرنگی صفات پوری انسانی تاریخ میں کسی بھی انسان کے اندر نہیں پائی گئی۔ اگر بالفرض پائی بھی گئیں تو ان کا ریکارڈ تاریخ کے اوراق میں محفوظ نہیں رہا۔ اس لئے آپ کی سیرتِ طیبہ کو قیامت تک ہر قسم کے انسانوں کے لئے نمونۂ عمل قرار دیا گیا ہے۔

"لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ" (الاحزاب)